Globethics Repository

Sirat al-Rasul SAW Iqtisadi (PART 3)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-06-22 04:51:26
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188515

قرآن و حدیث کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین نے اپنے دور خلافت میں اس ذمہ داری کا کمال احساس رکھا اور اسے پورا کرنے کیلئے مصروف کار رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو مات جمل ضياعًا على شط الفرات لخشيت أن يسألني الله عنه۔(۱)

''اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔''

اور دوسری روایت میں ہے:

لو ماتت شاة على شط الفرات ضائعة لظننت أنّ الله تعالى سائلني عنها يوم القيامة۔(۲)

''اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے جواب طلبی فرمائے گا۔''

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال پر کچھ فقہا آپ کی اہلیہ کے پاس ان کی تعزیت کے لئے آئے۔ ان کے سامنے آپ کے اہلیہ نے بیان کیا:

والله ما كان بأكثرهم صلوة ولا صيامًا ولكن والله، ما رأيت عبد الله كان أشدّ خوف لله من عمر. كان رحمه الله قد فرغ بدنه ونفسه للنّاس فكان يقعد لحوائجهم يومه فإذا أمسى. وعليه بقية

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۳: ۳۰۵

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱: ۵۳

۲۔ ابن جوزی، سيرة عمر بن الخطاب: ۱۶۱

من حوائجهم وصله بليلة. فأمسى يومًا وقد فرغ من حوائجهم فدعا بمصباح قد كان يستصبح به من ماله ثم صلى ركعتين ثم أقعى واضعا يده تحت ذقنه تسيل دموعه على خده فلم يذل كذلك حتّى برق الفجر فاصبح صائما فقلت له: يا أمير المومنين! لشئ ما كان منك ما رأيت الليلة، قال: اجل، إنّى قد وجدتنى وليت أمر هذه الأمّة أسودها وأحمرها فذكرت الغريب القانع الضائع' والفقيرا المحتاج، والاسير المقهور وأشياعهم فى أطراف الأرض فعلمت أن الله تعالى سائلنى عنهم وأن محمد ﷺ حجيجى فيهم فخفت أن لا يثبت لى عند الله عذر، ولا يقوم لى مع محمد ﷺ حجة فخفت على نفسى، ووالله إن كان عمر ليكون فى المكان الّذى ينتهى إليه سرور الرجل مع أهله فيذكر لشئ من أمر الله فيضطرب كما يضطرب العصفور قد وقع فى الماء، ثم يرتفع بكاءه، حتّى أطرح اللحاف عني وعنه رحمة له ثم قالت: والله لوددت لو كان بيننا وبين هذه الإمارة بعده ما بين المشرقين۔[1]

’’(فقہاء کی جماعت کے پوچھنے پر آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ نے آپ کے حالات کو اس طرح بیان فرمایا:) بخدا وہ تم میں سے کسی سے بھی زیادہ نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے نہیں تھے لیکن اللہ کی قسم میں نے کسی بندہ خدا کو عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنے جسم اور ذات کو لوگوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ دن بھر

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۱۷، ۱۸

لوگوں کی حاجات کے لئے بیٹھے رہتے اگر دن گزر جاتا اور ابھی لوگوں کے کام باقی رہ جاتے تو وہ رات میں بھی لگے رہتے۔ ایک دن یوں ہوا کہ لوگوں کی حاجات سے دن ہی دن میں فارغ ہو گئے تو شام کو ایک چراغ منگوایا جسے وہ اپنے ذاتی تیل سے جلاتے تھے پھر انہوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس حال میں سیدھے بیٹھے رہے کہ آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر بہتی رہیں اور ساری رات یوں ہی بیٹھے روتے رہے۔ حتیٰ کہ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو انہوں نے روزے کی نیت کر لی میں نے پوچھا: امیر المومنین آپ کس وجہ سے یوں بیٹھے روتے رہے؟ انہوں نے کہا ہاں میرا حال یہ ہے کہ میں تمام اُمتِ مسلمہ کے سرخ و سفید کا والی بنایا گیا ہوں۔ مجھے ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے مساکین، فقراء، محتاج قیدیوں اور ان جیسے مظلوم و مقہور لوگوں کی یاد آئی تو مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور حضور نبی اکرم ﷺ ان کے معاملے میں مجھ سے ضرور جھگڑا فرمانے والے ہوں گے تو میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اس وقت اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ چل سکے گا اور نہ حضور ﷺ کے سامنے میں کوئی حجت پیش کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر میں ڈر گیا اور رونے لگ گیا۔ (اس کے بعد ان کی اہلیہ نے کہا:) اللہ کی قسم! حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بعض اوقات اپنے گھر میں ہوتے جس میں عام آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہے اور اس دوران انہیں اللہ کی پیشی یاد آجاتی تو وہ مضطرب ہو جاتے جس طرح چڑیا مضطرب ہوتی ہے جسے پانی میں گرا دیا گیا ہو۔ پھر اتنی بلند آواز سے آہ و بکا کرتے کہ میں ان پر رحم کرتے ہوئے اپنے سے اور ان سے لحاف ہٹا دیتی۔ پھر فاطمہ نے کہا: اللہ کی قسم میں اس وقت چاہتی کہ کاش ہمارے درمیان اور اس خلافت و امارت کے درمیان

زمین و آسمان کی دوری ہوتی۔‘‘

رعیت کی ذمہ داری کا یہی وہ احساس تھا کہ خلفائے راشدین کے دور میں خلفاء اور عوام کے مابین کوئی دیوار کھڑی نہ کی گئی کہ رعایا کو اپنے کسی حق کی طلب میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں والی کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا اور اس میں پھاٹک لگوایا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلم کو بھیج کر اسے آگ لگوا دی۔(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلم حکمرانوں کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا:

۱۔ من ولاہ اللہ عزوجل شیئا من أمور المسلمین فاحتجب دون حاجتھم وخلّتھم وفقرھم احتجب اللہ تعالٰی عنہ دون حاجتہ وخلّتہ وفقرہ۔(۲)

’’جسے اللہ عز و جل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہوکر بیٹھ رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہوجائے گا۔‘‘

اس حدیث پاک میں ’’فقر‘‘ غذا، لباس، مکان اور علاج جیسی بنیادی ضرورتوں کا احاطہ کرتا ہے جبکہ ’’حاجۃ‘‘ میں زندگی کی دیگر بنیادی ضروریات آ گئی ہیں۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

۲۔ ما من إمام یغلق بابہ دون ذوی الحاجۃ والخلّۃ والمسکنۃ إلّا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۵۴

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب الخراج والإمارۃ والفيء، باب فیما یلزم الإمام من أمر الرعیۃ والحجبۃ عنہ، ۳: ۱۳۵، رقم: ۲۹۴۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۳۳۱، رقم: ۸۳۲

أغلق اللہ أبواب السّماء دون خلّته وحاجته ومسکنته۔(۱)

’’جو امام ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، غربت اور محتاجی کے وقت اُس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہے۔‘‘

۳۔ ألا کلّکم راع وکلّکم مسؤل عن رعیته فالإمام الّذي علی النّاس راع وھو مسؤل عن رعیته۔(۲)

’’آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک آدمی نگران ہے اور (روزِ قیامت) اس سے اس کی رعیت (ماتحت لوگوں) کے بارے میں باز پرس کی جائے گی تو (اس طرح) لوگوں پر امیر یا حکمران بھی ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔‘‘

۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امارت (حکومت) کا سوال کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنت ضعیف وھي أمانة وھي یوم القیامة خزی وندامة إلّا من

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في إمام الرعیة، ۳: ۶۱۹، رقم: ۱۳۳۲
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۳۱، رقم: ۱۸۰۶۲
۳۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۴: ۱۰۶، رقم: ۷۰۲۸
۴۔ منذري، الترغیب والترھیب، ۳: ۱۲۴، رقم: ۳۳۴۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالیٰ: وأطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم، ۶: ۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب فضیلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق، ۳: ۱۴۵۹، رقم: ۱۸۲۹

أخذها بحقّها و أدّى ما عليه فيها۔[1]

''اے ابو ذر! تو کمزور ہے اور یہ (امارت و حکومت) ایک بہت بڑی امانت اور بروز قیامت (امیر کیلئے) رسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔ البتہ (اس شخص کیلئے رسوائی نہیں ہوگی) جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ اختیار کیا اور امارت و حکومت میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس کو صحیح معنوں میں ادا کیا۔''

یعنی شریعتِ اسلامیہ میں امارت و سیادت کے منصب پر فائز شخصیت اپنی رعیت کی کفالت سے بری الذمہ کسی صورت بھی قرار نہیں دی جا سکتی۔ خلافت کی تعریف کرتے ہوئے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن سلمان قال: إنّ الخليفة هو الّذي يقضي بكتاب الله ويشفق على الرّعية شفقة الرّجل على أهله فقال كعب الأحبار: صدق۔[2]

''حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل و عیال پر شفقت کرتا ہے۔ یہ سن کر کعب الاحبار نے کہا: سلیمان نے سچ کہا۔''

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''والی حکومت رعایا کا ایسا راعی ہے جس طرح گڈریا بکریوں کی رکھوالی کرتا ہے۔''[3]

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ۱۔ أبو يوسف، كتاب الخراج: ۹
۲۔ أبو عبيد، كتاب الأموال: ۱۱

(۲) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۱۳، رقم: ۱۲

(۳) ابن تيمية، السياسة الشريعة فی إصلاح الراعی والرعية: ۱۷

۵۔ ما من أمير يلي أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم وينصح إلّا لم يدخل معهم الجنّة۔[1]

’’جو آدمی مسلمانوں کے معاملے (حکومت) کا نگران بنے پھر ان کی بہتری کے لئے کوشش کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔‘‘

۶۔ ما من عبد استرعاه الله رعيّة فلم يحطها بنصيحة إلّا لم يجد رائحة الجنّة۔[2]

’’جس بندے کو ربّ ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا۔ پھر اس نے اس کے ساتھ پوری خیرخواہی نہ برتی تو وہ (حکمران) جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔‘‘

۷۔ ما من عبد يسترعيه الله رعيّة يموت يوم يموت وهو غاشّ لرعيّته إلّا حرّم الله عليه الجنّة۔[3]

’’جس بندے کو ربّ ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا تو وہ اس حال میں

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النّار، ۱: ۱۲۶، رقم: ۱۴۲
۲۔ أبو عوانه، المسند، ۱: ۴۰، رقم: ۸۹
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۴۱، رقم: ۱۷۶۷۹
۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۲۲۵، رقم: ۵۲۴

(۲) بخاري، الصحيح، كتاب الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، ۶: ۲۶۱۴، رقم: ۶۷۳۱

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النّار، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۴۲
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۳۴۶، رقم: ۴۴۹۵
۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۱۷، رقم: ۲۷۹۶

مرتا ہے کہ قوم کا خیرخواہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔‘‘

منصف اور عادل حکمران کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۸۔ إنّ المقسطين عند الله تعالٰى على منابر من نور عن يمين الرّحمٰن ﷻ وكلتا يديه يمين الّذين يعدلون في حكمهم وأهليهم وما ولّوا۔[۱]

’’بے شک انصاف کرنے والے (حکام و امراء) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر اس کے داہنے ہاتھ پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلہ میں اپنے لوگوں میں اور اپنے زیرِ حکومت اُمور میں عادل ہیں۔‘‘

۹۔ السلطان ولي من لا ولي له۔[۲]

’’حکمران (یا حکومت) ہر اس آدمی کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔‘‘

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ یہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق، ۳: ۱۴۵۸، رقم: ۱۸۲۷

۲۔ نسائی، السنن، کتاب القضاء، ۳: ۴۶۰، رقم: ۵۳۷۹

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۳۹، رقم: ۳۴۰۳۵

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب النكاح عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء لا نكاح إلّا بولي، ۳: ۴۰۷، رقم: ۱۱۰۲

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب النكاح، باب في الولي، ۲: ۲۲۹، رقم: ۲۰۸۳

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۹: ۳۸۶، رقم: ۴۰۷۵

۴۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۱۸۲، رقم: ۲۷۰۶

وہ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام اور ان کی کفالت کا اہتمام کرے اور اس کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لائے جائیں بقول امام ابن حزم:

’’ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کرے اگر زکوٰۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فیئ اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا ان (اہلِ حاجت) کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کرسکیں۔ اور اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔‘‘(۱)

امام جصاص سورۂ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قصّ اللہ تعالٰی علینا من قصة یوسف وحفظه للأطعمة في سنی الجدب وقسمته علی النّاس بقدر الحاجة دلالة علی أن علی الائمة في کل عصر أن یفعلوا مثل ذلک إذا خافوا هلاک النّاس من القحط۔ (۲)

’’اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا جو قصہ سنایا ہے اور ان کے بارے میں قحط کے زمانے میں غذائی اشیاء کو محفوظ کر کے انسانوں میں بقدر ضرورت تقسیم کرنے کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ جب ان کو اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہوجائیں گے تو ایسا ہی طریقہ اختیار کریں۔‘‘

بحیثیت سربراہِ مملکت اسی احساس ذمہ داری کا مظاہرہ ہمیں خلفائے راشدین

(۱) ابن حزم، المحلی، ٦: ١٥٦

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۳: ١٧٦

کے ہاں ملتا ہے۔ جنہوں نے اپنی سرکاری و حکومتی حیثیت کو ہمیشہ ایک امانت کی حیثیت دی اور عملاً بھی اس کا مظاہرہ کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال پوچھا ''مجھے خلیفہ ہونے سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے۔ حساب کر کے بتایا گیا کہ چھ ہزار درہم آپ نے حکم دیا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال میں جمع کروا دیا جائے۔ پھر فرمایا کہ اس دوران میرے مال میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ:

۱۔ ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔

۲۔ ایک اونٹنی جس پر پانی لایا جاتا ہے۔

۳۔ ایک چادر جو چند درہم مالیت کی تھی۔

آپ نے حکم فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل میں یہ چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے ابوبکر ''لقد اتعب من بعده۔'' آپ اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت دشوار کر گئے ہیں۔''(۱)

یہی عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بطور امیر المومنین اپنی سرکاری حیثیت کا تعارف آپ نے یوں کروایا:

ألا اخبركم بما استحل من مال الله؟ حلتين: حلة الشتاء والقيظ وما أحج عليه واعتمر من الظهر وقوت أهلى كرجل من قريش ليس بأغناهم ولا بأفقرهم ثم أنا رجل من المسلمين يصيبنى ما يصيبهم.(۲)

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۱۹۲۔۱۹۳

(۲) أبو عبيد، كتاب الأموال: ۲۴۹، رقم: ۶۶۱

’’کیا میں تمہیں بتا نہ دوں کہ اللہ کے مال (بیت المال) میں سے میرے لئے کیا حلال (جائز) ہے؟ میرے لئے بیت المال میں سے دو جوڑے کپڑے ایک سردی کیلئے اور ایک گرمی کے لئے حج وعمرہ کے لئے ایک سواری اور ایک متوسط درجہ کے قریشی آدمی کے معیار کے مطابق اپنے اہل وعیال کی گزر بسر کے لئے خرچ حلال ہے۔ اس کے بعد بیت المال میں سے جو عام آدمی کو ملے، وہی مجھے ملے گا۔‘‘

عامۃ الناس کی کفالت کا آپ رضی اللہ عنہ کو کس حد تک احساس تھا اس کا اندازہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

لئن بقيت ليبلغن الراعی بصنعاء نصيبه من هذا الفیٔ۔(۱)

’’اگر میں زندہ رہا تو اس مالِ فے میں سے (ہر مسلمان حتیٰ کہ) صنعاء (یمن) میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ حق پہنچے گا (یعنی لوگوں کو اپنے حقوق کے لئے سرکاری عمال کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا)۔‘‘

ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أما والله، لئن بقيت لأرامل أهل العراق لأدعنهم لا يفتقرون إلى أمير بعدي۔(۲)

’’بخدا اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیوگان کو اتنا خوشحال کر دوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی۔‘‘

ایک موقع پر خطبے میں ارشاد فرمایا:

---

(۱) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۲۵

(۲) أبو يوسف، كتاب الخراج: ۴۰

أيّها النّاس إنّ الله قد كلّفني أن أصرف عنه الدّعاء۔[1]

’’لوگو! اللہ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور جانے والی دعاؤں کو کم کروں (یعنی لوگوں کی معاشی مشکلات کو کم کروں)۔‘‘

ایک موقع پر فرمایا:

ومن أراد أن يسأل الله عن المال فليأتني فإنّ الله جعلني خازنا وقاسما۔[2]

’’اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے اپنے مال کا خزانچی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔‘‘

اسی نوعیت کا طرزِ معیشت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی نظر آتا ہے۔ ہارون ابن عنترہ نے اپنے باپ سے آپ کے بارے میں روایت کی ہے:

’’میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جاڑے کا موسم تھا اور ان کے بدن پر صرف ایک پھٹا پرانا قطیفہ (مخملی لبادہ) تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: امیر المومنین اللہ نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے لئے اس حال میں کچھ حق مقرر کیا ہے اور آپ اپنے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إنّي والله، ما أرزأكم شيئا، وما هي إلّا قطيفتي الّتي أخرجتها من المدينة۔[3]

www.MinhajBooks.com

(۱) عز الدين السلمي، قواعد الأحكام في مصالح الأنام: ۱۳۳

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۵۷، رقم: ۳۲۸۹۶

۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۲۱۰

۳۔ قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸: ۲۰

(۳) أبو عبيدة، كتاب الأموال: ۲۵۱، رقم: ۶۷۱

”واللہ میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ یہ میرا وہی قطیفہ ہے جسے میں مدینہ سے لایا تھا۔“

ایسا نہیں تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے وقت اس حقیقت سے نا آشنا رہے ہوں کہ دین اس سے بہت زیادہ کی اجازت دیتا ہے۔ وہ یہ ضروری نہیں قرار دیتا کہ اپنے آپ کو ہر طرح کی آسائش سے محروم رکھ کر روکھے سوکھے اور موٹے جھوٹے پر قناعت کرتے ہوئے ایک زاہدانہ زندگی گزار دی جائے۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت بھی مسلمانوں کے ایک عام فرد کی حیثیت سے بیت المال سے ان کا حصہ اس سے کئی گنا زیادہ تھا جو وہ لے رہے تھے۔ نیز یہ بھی کہ بحیثیت ایک حاکم کے جو عوام کی خدمت کے لئے وقف ہو ان کا حصہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ چاہتے تو اتنا لے سکتے تھے۔ جتنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض ممالک کے والیوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا والی بنایا تو ان کے اور ان کے معاونین کے لئے چھ سو درہم ماہانہ مقرر کئے۔ عام افراد کی طرح جو عطاء ان کے حصہ میں آتی تھی وہ علیحدہ تھی۔ نیز روزانہ آدھی بکری اور آدھی بوری آٹا دیا جاتا تھا۔ اس طرح آپ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں لوگوں کی تعلیم اور بیت المال کی نگرانی پر مامور کیا تو سو درہم ماہانہ اور چوتھائی بکری روزانہ مقرر کیا۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے لئے اس سالانہ عطا کے علاوہ جو پانچ ہزار درہم کے بقدر تھی چوتھائی بکری روزانہ اور ڈیڑھ سو درہم ماہانہ مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ جو کچھ کیا وہ ان باتوں سے ناواقف نہیں تھے۔ دراصل وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ حاکم نمونہ بنتا ہے اور اس پر شک کی بھی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ چونکہ خزانہ عام ان کے تحت ہوتا ہے لہٰذا اس پر اس میں خرد برد کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے والیوں اور اپنے عام رعایا کے لئے احتیاط و پرہیزگاری کا نمونہ بنتا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے طریقوں کا پابند بنایا۔ جو

لوگ اللہ کے دین میں رسول اللہ کے نائب مقرر ہوتے تھے ان کے لئے یہ اونچا معیار ہی موزوں تھا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی اسے آپ رضی اللہ عنہ نے بیعتِ خلافت کے بعد اپنے خطبہ میں یوں بیان فرمایا:

إلا أن أكون عليكم ألا وإنه ليس لي أمر دونكم إلا أن مفاتيح مالكم معي ألا وإنه ليس لي أن آخذ منه درهمًا دونكم رضيتم.(۱)

''لوگو! میں صرف ایک شرط پر تمہارا خلیفہ بنوں گا کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔''

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عطا کردہ زمینوں، جاگیروں اور انعام واکرام کے طور پر دیئے گئے مال کو بیت المال میں واپس لائے اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللہ لو وجدته قد تزوجه به النساء، وتملك به الإماء، لرددته، فإن في العدل سعة، ومن ضاق عليه العدل، فالجور عليه أضيق.(۲)

''خدا کی قسم! اگر میں کسی مال کو اس حالت میں پاتا کہ اس کے ذریعے عورتوں سے شادی کی جا چکی ہے، لونڈیاں خریدی جا چکی ہیں (یا اس مال کو مختلف ملکوں میں پھیلایا جا چکا ہے) تو بھی میں اسے واپس لاتا کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس کے لئے حق تنگ ثابت ہو اس کے لئے ظلم و جور اور زیادہ تنگ ہوتا ہے۔''

(۱) طبري، تاريخ الأمم والملوك، ۲: ۶۹۷

(۲) شرف الدين رضى، نهج البلاغه (خطبات سيدنا علي المرتضى رضی اللہ عنہ): ۵۲

(۲) معاشی کفالت کا دائرہ کار

ایک اسلامی ریاست میں ان تمام بنیادی لوازمات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے جن پر زندگی کے قیام و استحکام کا انصار ہے۔ ان بنیادی ضروریات زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حقِ خوراک ۲۔ حقِ لباس

۳۔ حقِ رہائش ۴۔ حقِ ذریعہ معاش (روزگار)

i. حقِ خوراک کی فراہمی

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ شروع دن میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں اور ننگے جسم دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا پریشانی میں آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا خطبے میں آپ ﷺ نے سورہ نساء کی ابتدائی آیت کریمہ تلاوت کی:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ○[1]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں

(۱) النساء، ۴:۱

اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے o‘‘

اور سورہ الحشر کی آیت - ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (۱) ’’اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔‘‘ - پڑھ کر لوگوں کو اپنے غریب، مفلس اور حاجت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی کو چاہیے کہ اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درہم ہو، ایک ہی کپڑا ہو ایک ہی صاع گندم ہو یا ایک صاع کھجور ہو، اس میں سے صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے آپ کا فرمان تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کر گئے اور دھڑا دھڑ حسب توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف کھانے اور کپڑے کے ڈھیر لگ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جذبہ ہمدردی کو دیکھ کر آپ ﷺ کو اتنی مسرت ہوئی کہ:

رأیت وجه رسول الله ﷺ یتهلّل کأنّه مذهبة۔ (۲)

’’میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا کہ وہ چمکتا ہوا سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔‘‘

---

(۱) الحشر، ۵۹: ۱۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۲: ۳۹، رقم: ۲۳۳۳۵

۳۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۲: ۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳

۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۴: ۱۷۵، رقم: ۷۵۳۰

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۳۲۸، رقم: ۲۳۷۲

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر و فاقہ اور سخت بھوک نے مجھے اور میرے دو ساتھیوں کو آ لیا، حتیٰ کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہونے لگا۔ جب اور کوئی سبیل نظر نہ آئی تو ہم نے سوچا کہ اصحاب رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں۔ مگر وہاں بھی افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بھی ہمیں اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور فرمایا کہ یہ چار بکریاں ہیں ان کا دودھ پیو اور ہمیں بھی پلاتے رہو۔ ہم کئی روز تک حضور کے مہمان رہے ہمارا معمول یہ تھا کہ بکریوں کے دودھ کے چار حصے کرتے ایک حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے بھر کر رکھ دیتے اور باقی اپنے اپنے حصے کا پی کر سو جاتے۔ (۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے بھوک نے ستایا تو میں مجبوراً گھر سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف نکل پڑا راستے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے ابوہریرہ! اس وقت کدھر کا قصد ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اس وقت بھوک نے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے وہ کہنے لگے بخدا ہمارا بھی یہی معاملہ ہے۔ ہمیں بھی بھوک ہی نے گھروں سے نکالا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب مل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے پوچھا اس وقت تم سب کیسے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت بھوک ہمیں آپ کے پاس لائی ہے۔ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کا کوئی تاثر نظر نہیں آیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے فوراً کھجوروں کا ایک طبق منگایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا یہ کھا لو اور اوپر سے پانی پی لو یہ آج تمہارے لئے کافی ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھا لی اور دوسری بچا کر اپنی گود میں رکھ لی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پوچھا ابوہریرہ تم نے یہ کھجور کیوں بچا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا:

---

(۱) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۵: ۳۳۸

اپنی والدہ کے لئے۔ فرمایا: تم کھاؤ تمہاری والدہ کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ وہ کھجوریں میں نے کھا لیں اور والدہ کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید دو کھجوریں دے دیں۔(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لکثرۃ من یغشاہ وأضیافہ وقوم یلزمونہ لذالک فلا یأکل طعاما أبدا إلّا معہ أصحابہ وأھل الحاجۃ یتتبعون من المسجد۔(۲)

’’کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے (آپ کے ہاں فاقہ کی کیفیت رہتی) آپ ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ اہلِ حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد سے آپ کے پیچھے آ جاتے۔‘‘

ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے اسی بکری کا دودھ دوہ کر مجھے پلایا جس کا دودھ گھر والوں کو ملا کرتا تھا آپ ﷺ کے گھر والے کہنے لگے کہ آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزاری تھی۔ آپ ﷺ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار دیکھ کر صبح ہوتے ہی ابوبصرہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔(۳)

یعنی ضرورت مندوں کی کفالت کے لئے نہ صرف آپ ﷺ خود بلکہ پورا

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۳۲۹
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۲: ۵۹۲

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۴۰۹

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۹۷، رقم: ۲۷۲۶۹
۲۔ ھیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۳۱

خانوادۂ نبوت اکثر اوقات فاقہ کشی کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يبيت الليالى المتتابعة طاويًا وأهله لا يجدون عشاء وكان أكثر خبزهم خبز الشعير۔ (۱)

’’رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں جب بھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی روٹی ہوتی۔‘‘

حقِ خوراک کی فراہمی کا اہتمام نہ صرف آپ ﷺ کی انفرادی زندگی میں بکثرت نظر آتا ہے بلکہ قومی زندگی میں بھی قوانین کے نفاذ کے وقت آپ ﷺ نے اس حق کی کما حقہ ادائیگی کو ملحوظ رکھا اور جہاں کہیں اس اساسی حق کی وجہ سے شرعی قوانین کے نفاذ کا معاملہ درپیش ہوا تو آپ ﷺ نے اولاً لوگوں کو حقِ معاش کی فراہمی کو ترجیح دی۔ حضرت عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ قحط نے مجھے آ لیا تو ایک روز میں مدینے کے ایک باغ میں داخل ہوگیا اور ایک خوشہ توڑ کر پہلے خود کھایا اور پھر کچھ (اپنے اہلِ خانہ کے لئے) اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ اتنے میں باغ کا مالک آ گیا۔ اس نے ایک تو میری پٹائی کی اور پھر وہ پھل جو میں نے کپڑے میں باندھ رکھے تھے اپنے قبضے میں لے لئے اور مجھے اس حالت میں لیکر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ گیا۔ آپ ﷺ نے سارا واقعہ سننے کے بعد مجھے کوئی سزا دینے کی بجائے اسے فرمایا:

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في معيشة النبي وأهله، ۴: ۵۸۰، رقم: ۲۳۶۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب خبز الشعير، ۲: ۱۱۱۱، رقم: ۳۳۴۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵، رقم: ۲۳۰۳

’’جب یہ بیچارہ جاہل تھا تو تو نے اسے تعلیم کیوں نہ دی۔ جب یہ بیچارہ بھوکا تھا تو اسے کھانے کو کیوں نہ دیا۔ پھر اسے حکم دیا کہ اس کا کپڑا اسے واپس کر دو چنانچہ اس نے مجھے کپڑا واپس کردیا اور آپ کے حکم سے مجھے وسق (ایک اونٹ کا بوجھ) یا نصف وسق غلہ بھی دیا۔‘‘(۱)

آپ ﷺ نے نہ صرف شرعی قوانین کے نفاذ میں لوگوں کے معاشی مسائل کو مستحضر رکھا بلکہ عبادات میں بھی معاشی تنگی کا لحاظ رکھا۔ جس سے اسلام کی عطا کردہ نظریہ حیات میں انسان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا:

’’میں رمضان المبارک کے روزے میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں‘‘
آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس اتنا مال ہے جس سے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرسکے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا پھر بیٹھ جا۔ اتنے میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا کسی نے لاکر خدمتِ نبوی ﷺ میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ ٹوکرا لے جا اور اسے فقراء پر صدقہ کر دے۔

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب في ابن السبيل يأكل من التمر، ۳: ۳۹، رقم: ۲۶۲۰

۲۔ نسائی، السنن، کتاب آداب القضاة، باب الاستعداد، ۸: ۲۴۰، رقم: ۵۴۰۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب التجارات، باب من مر علی ماشية قوم أو حائط هل يصيب منه، ۲: ۷۷۰، رقم: ۲۲۹۸

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وادی میں ہم سے بڑھ کر ضرورت مند گھر کوئی نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: جا اپنے اہلِ خانہ کو ہی یہ کھجوریں دے دے۔‘‘(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ اور مہاجرین جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو اس وقت جو مسائل درپیش تھے ان میں سے ایک پانی کا مسئلہ بھی تھا۔ پورے گھر میں رومہ کے کنویں کے علاوہ کہیں پانی نہ تھا۔ مگر اس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے ذریعہ معاش بنایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے مخیّر حضرات کو مسلمانوں کے لئے اس کی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ جو آدمی اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اس سے کہیں بہتر کنواں عطا کرے گا۔

یہ سعادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میسر آئی کہ آپ وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنے پر تیار ہو گئے مگر کنویں کا مالک نصف حصہ فروخت کرنے پر آمادہ ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم کے عوض نصف کنواں خرید لیا اور یہ شرط طے پائی کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہو گی اور دوسرے دن یہودی کی۔ اس طرح جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے کہ دو دن تک کے لئے وہ پانی کافی ہوتا جب یہودی نے دیکھا کہ اس طرح خاطر خواہ نفع حاصل نہیں ہو رہا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر تیار ہو گیا۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقی

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب الصوم، باب کفارة من أتی أهله في رمضان، ۲: ۳۱۳، رقم: ۲۳۹۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك، ۵: ۲۲۶۰، رقم: ۵۷۳۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۰۸، رقم: ۶۹۴۴

نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔(۱)

یہی عمل ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی رعایا کی خدمت اور ان کی ضروریات کا کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ملتا ہے کہ مدینہ کے اطراف میں ایک نابینا بڑھیا تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روزانہ علی الصبح اس کے جھونپڑے میں جا کر اس کے لئے پانی اور دیگر ضروری خدمات انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی شخص ان سے بھی پہلے آ کر یہ کام کر جاتا تھا ایک روز تحقیق کی غرض سے آپ کچھ رات گزرنے کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ خلیفۂ اول یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس ضعیفہ کی خدمت گزاری سے فارغ ہو کر اس کے جھونپڑے سے نکل رہے تھے۔ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بولے:

''اے خلیفہ رسول! قسم ہے کیا آپ ہی روزانہ یہ کام کر جاتے تھے۔''(۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس بات کا سخت اہتمام کر رکھا تھا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو۔ ملک میں جس قدر اپاہج، ازکار رفتہ یا مفلوج ہوں، ان کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں سے متجاوز آدمی ایسے تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ پہلے آپ نے یہ انتظام شروع کیا کہ ایک جریب (تقریباً ۲۵ سیر) آٹا پکایا جائے جسے ۳۰ آدمیوں نے کھایا۔ اس طرح دونوں وقت کے لئے یہ مقدار کافی ٹھہری تو فرمایا کہ ایک آدمی کو مہینے بھر کی خوراک کے لئے دو جریب آٹا کافی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر شخص کے لئے اس قدر آٹا مقرر کیا جائے آپ اعلانِ عام کے لئے منبر پر تشریف لائے اور پیمانہ ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے لیے اس قدر خوراک مقرر کر دی ہے جو شخص اس کو

---

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۳: ۱۰۳۹
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۲: ۲۶۸

(۲) ہندی، کنز العمال، ۱۲: ۴۹۰، رقم: ۳۵۶۰۷

گھٹائے گا اس کو خدا سمجھے گا۔[۱]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پیمانے ہاتھ میں لیکر فرمایا:

إنّي قد فرضت لكلّ نفس مسلمة في كل شهر مدى حنطة وقسطى زيت وقسطى خل فقال رجل: والعبد قال نعم والعبد۔[۲]

''میں نے ہر مسلمان کے لئے فی ماہ دو مد گہیوں اور دو قسط سرکہ مقرر کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: کیا غلام کے لئے بھی؟ فرمایا ہاں غلام کے لئے بھی۔''

اس طرح آپ نے یہ حکم بلا تخصیص مذہب جاری کیا۔ آپ نے بیت المال کے عامل کو ہدایت لکھی کہ رب ذوالجلال کے فرمان ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ میں فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہلِ کتاب مراد ہیں۔[۳]

مملکت کے عام شہریوں کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقدامات کا یہ عالم تھا کہ امام سیوطیؒ نے ابن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے:

اتّخذ عمر دار الرقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبيب وما يحتاج إليه يعين به المنقطع وانضيف بعمر ووضع عمر في طريق السبل بين مكة والمدينة ما يصلح من ينقطع به۔[۴]

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۴۷۶

(۲) ۱۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۴۷۶

۲۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۸: ۱۷۱

(۳) أبو یوسف، کتاب الخراج: ۱۳۶

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۲۸۳

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سٹور یا لنگر خانہ بنوایا جس میں آٹا، جو، کھجور، پنیر اور دیگر ضروریات کی چیزیں رکھوائیں۔ جس سے آپ مسافروں اور بھولے بھٹکوں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان راستے میں سرائیں بنوائیں جہاں مسافر آ کر آرام کرتے تھے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولادِ لقطہ یعنی گمنام بچوں کی کفالت کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپ نے ان بچوں کے لئے یہ انتظام کیا کہ جہاں (شاہراہ وغیرہ پر) اس قسم کا کوئی بچہ ملے اس کو دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا۔ چنانچہ ان مصارف کے لئے اوّل ۱۰۰ درہم سالانہ مقرر ہوئے تھے۔ جنہیں ان کا ولی بیت المال سے وصول کر لیتا تھا۔ (۱)

۱۸ھ میں مدینہ اور اطراف و اکناف میں مشہور قحط پڑا جس کی وجہ سے اس سال کا نام تاریخِ اسلام میں عام الرمادہ پڑ گیا۔ اسلامی ریاست کے لئے یہ ایک آزمائش کا موقع تھا۔ اس موقع پر جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کمال احساس ذمہ داری سے عامۃ الناس کی مشکلات دور کرنے کے لئے تگ و دو کی، وہ مسلمان حکمرانوں کے لئے ہمیشہ ایک نمونہ رہے گی۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں غذائی اجناس کی عام تقسیم کی اور سرکاری طور پر ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکوا کر دونوں وقت کھلانے کا انتظام کیا۔ دوسرے علاقوں اور مصر و شام سے غلہ، آٹا، چربی، تیل اور دوسری اشیائے ضرورت منگوائیں۔ ہزاروں کی تعداد میں مویشی اور اونٹ باہر سے منگوا کر ذبح کروائے اور پورے قحط زدہ علاقے میں اعلان کر دیا کہ باہر سے آنے والے ان سرکاری قافلوں سے ضرورت کے مطابق چیزیں لے لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قحط کا مقابلہ جنگی بنیادوں پر کیا اور شخصی طور پر تمام انتظامات کی نگرانی کی اور اس حد تک ہر انتظام کو انجام دیا کہ لوگ کہہ رہے تھے:

لو لم يرفع الله المحل عام الرمادة لظننا أنّ عمر يموت همًا بأمر

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۴۶۷

المسلمین۔[۱]

”اگر اللہ عام الرمادہ میں قحط دور نہ کرتا تو ہمیں اندیشہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اس مسئلہ میں فکر کرتے کرتے فوت ہو جاتے۔“

اس قحط کے سال میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اے بندہ خدا! دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے جواب دیا: ”اے بندہ خدا! وہ مشغول ہے“ آپ آگے بڑھ گئے جب دوبارہ گزرے تو پھر وہی فرمایا اور اس شخص نے وہی جواب دیا۔ جب تین بار اس شخص نے یہی جواب دیا تو آپ نے پوچھا کہ تیرا دایاں ہاتھ کس کام میں مشغول ہے؟ اس نے جواب دیا کہ موتہ کی لڑائی میں کام آ گیا۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور پاس بیٹھ کر اس سے پوچھنے لگے کہ تمہیں وضو کون کرواتا ہے؟ تمہارا سر کون دھوتا ہے؟ کپڑے کون دھوتا ہے اور فلاں فلاں کام کون کرتا ہے؟ پھر آپ نے اس کے لئے ایک ملازم لگوایا اسے ایک سواری دلوائی اور دوسرے سامان ضرورت بھی دلوائے۔[۲]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لئن عشت إن شاء الله لأسيرَن في الرعية حولا فإنّي أعلم أنّ للنّاس حوائج تقطع عني، أما هم فلا يصلون إليّ وأما عمالهم فلا يرفعونها إليّ فأسير إلي الشام فأقيم بها عشرين ثم أسير إلى مصر فأقيم بها شهرين ثم أسير إلى البحرين فأقيم بها شهرين ثم أسير إلى الكوفة فأقيم بها شهرين ثم أسير إلى

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۳: ۳۱۵

(۲) أبو يوسف، كتاب الآثار، ۱: ۲۰۸، رقم: ۹۲۷

البصرۃ فأقیم بھا شھرین۔[1]

’’انشاء اللہ اگر میں زندہ رہا تو میں پورا سال عوام کے درمیان دورے کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ لوگوں کی بہت سی حاجات ہیں جو صرف میں ہی پوری کرسکتا ہوں، پس وہ یا تو مجھ تک پہنچ نہیں سکتے یا ان کے عمال انہیں میرے پاس پہنچنے نہیں دیتے۔ پس میں شام کے دورے پر جاؤں گا اور وہاں بیس دن قیام کروں گا، پھر میں مصر کا دورہ کروں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر میں بحرین کا دورہ کروں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر میں کوفہ کا دورہ کروں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر میں بصرہ کا دورہ کروں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا۔‘‘

ان تمام تر اہتمامات کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رعایا کے احوال کی فکر دامن گیر رہتی۔ آپ اکثر فرماتے کہ عمال رعایا کی پرواہ نہیں کرتے اور ہر شخص مجھ تک پہنچ نہیں سکتا۔ اس بنا پر آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ شام، جزیرہ، کوفہ، مصر، بحرین اور بصرہ کا دورہ کریں۔ ہر جگہ ۲،۲ ماہ ٹھہریں اور رعایا کی بذات خود خبرگیری کریں مگر موت نے آپ کو اس کی مہلت نہ دی۔

ii. حقِ لباس

ارشادِ ربانی ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝[2]

’’اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہارے لئے (ایسا) لباس اُتارا ہے جو تمہاری

(۱) ابن جوزی، مناقب عمر بن خطاب: ۱۲۱

(۲) الاعراف، ۷: ۲۶

شرمگاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک باطنی لباس بھی اُتارا ہے اور وہی) تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔ یہ (ظاہر و باطن کے لباس سب) اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت قبول کریںo۔‘‘

یعنی لباس کی فراہمی بھی بنیادی ضروریاتِ زندگی میں شامل ہے۔ سیرت نبوی ﷺ سے متعدد ایسی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ضرورت مندوں کو لباس کی فراہمی کا اہتمام بھی فرمایا اگرچہ آپ ﷺ کو اس حوالے سے خود تکلیف کا سامنا کرنا پڑا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بينا رسول الله ﷺ جالس إذ أتاه صبي فقال: أنّ أمّي تستكسيك درعًا فقال: من ساعة إلى ساعة يظهر فعد إلينا فذهب إلى أمّه فقالت: قل له إن أمّى تستكسيك الدرع الّذى عليك فدخل ﷺ داره ونزع قميصه و أعطاه وقعد عريانًا وأذن بلال وانتظرفلم يخرج إلى الصّلاة۔(۱)

ایک خاتون نے اپنا لڑکا آپ ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے قمیض عطا کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت نہیں پھر کسی وقت آ جانا لڑکا واپس گیا تو اس کی ماں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کہو اگر اور قمیض نہیں تو آپ کے جسم پر تو ہے۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور قمیض اتار کر لڑکے کے حوالے کر دی۔ اب مزید کوئی کپڑا نہ ہونے کے سبب آپ ﷺ گھر میں ہی بیٹھے رہے حتیٰ کہ نماز کے لیے بھی آپ ﷺ باہر تشریف نہ لا سکے۔ صحابہ کو تشویش ہوئی جب

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۱۵: ۶۵

تحقیق کی تو اصل صورت حال معلوم ہوئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ عورت کا آپ ﷺ سے قمیض کا تقاضا کرنا اس امر کا اظہار ہے کہ اسلامی معاشرے کے ایک عام فرد کو بھی اس حقیقت کا علم تھا کہ کفالت عامہ کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر ہے۔

۲۔ آپ ﷺ نے کوئی دوسرا لباس نہ ہونے کے باوجود اپنا کرتا مبارک عورت کے حوالے کر کے مسلمان سربراہ مملکت کے لئے ایک عملی مثال قائم فرما دی کہ رعایا کی خبر گیری اور ان کی بنیادی ضروریات کی کفالت کے لئے سربراہ مملکت کو کس حد تک اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت ابو حداد رضی اللہ عنہ ایک غریب صحابی تھے انہوں نے ایک یہودی سرمایہ دار سے قرض لیا ہوا تھا اور ان کی غربت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس تن ڈھانپنے کے کپڑوں کے سوا کچھ اثاثہ نہ تھا۔ یہودی سرمایہ دار نے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا۔ حضرت ابو حداد رضی اللہ عنہ نے مہلت مانگی۔ مگر وہ یہودی نہ مانا۔ جب یہودی کسی طور مہلت دینے پر راضی نہ ہوا تو آپ نے اپنا تہہ بند اُتار کر یہودی کے حوالے کر دیا اور سر مبارک سے عمامہ اُتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔(۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضي الله عنهما بیان کرتے ہیں:

أنّ رسول الله رأى صاحب بز فاشترى منه قميصًا بأربعة دراهم فخرج وهو عليه فإذا رجل من الأنصار فقال: يا رسول الله، اكسني قميصا كساك الله من ثياب الجنّة فنزع القميص فكساه إيّاه ثم رجع إلى صاحب الحانوت فاشترى منه قميصًا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۲۳

بأربعة دراهم۔[۱]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے کپڑے کے ایک تاجر سے چار درہم میں ایک قمیض خریدی۔ اسے زیب تن فرما کر آپ باہر نکلے ہی تھے کہ ایک انصاری سامنے آیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے قمیض پہنائیے (شاید وہ ننگے جسم تھا) اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے کپڑوں میں سے قمیض پہنائے گا۔ آپ ﷺ کے پاس اور تو کوئی قمیض نہ تھی وہی قمیض اتاری اور اس انصاری کو پہنا دی۔ پھر دکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے اپنے لئے مزید ایک قمیص چار درہم میں خریدی۔‘‘

ایک صحابیہ رضي الله عنها ایک بُنی ہوئی چادر آپ کے پاس لائیں اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ ﷺ اسے زیب تن فرمائیں۔ آپ ﷺ وہ چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کتنی خوبصورت چادر ہے مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے اُتار کر دے دی۔ جب آپ ﷺ مجلس سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس شخص سے کہا تو نے حضور نبی اکرم ﷺ سے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا؟ کیا تجھے پتہ نہیں کہ آپ ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی اور آپ ﷺ کسی کا سوال بھی رد نہیں کرتے۔ وہ صحابی کہنے لگے درآنحالیکہ میں نے یہ چادر پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میری تو یہ آرزو تھی کہ اس چادر سے میں اپنا کفن بناؤں۔[۲]

iii. حقِ رہائش

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی حقِ رہائش کو انسان کا بنیادی حق بیان فرمایا۔ ارشادِ

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۶: ۳۹

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه، ۱: ۴۲۹، رقم: ۱۲۱۸

نبوی ﷺ ہے:

لیس لإبن آدم حق في سوی هذه الخصال بیت یسکنه وثوب یواری عورته وجلف الخبز والماء۔(۱)

’’ابن آدم کے لئے سوائے ان اُمور کے کوئی ضروری حق نہیں، رہنے کے لئے گھر، ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور ضرورت کی روٹی اور پانی۔‘‘

iv. حقِ ذریعہ معاش اور مالی کفالت

اسلامی ریاست میں نہ صرف بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جس کا مفصل تذکرہ اُوپر گزر چکا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ حسنہ سے واضح پیغام ملتا ہے کہ اگر معاشرے کے ضرورت مند اور مستحق افراد کو مالی کفالت کی ضرورت ہو تو ریاست اس کا بھی اہتمام کرے تاکہ افرادِ معاشرہ معاشی مجبوریوں کے شکنجوں سے نجات حاصل کرسکیں اور اپنے قدموں پر کھڑے ہوکر اپنی معاشی تخلیق کے عمل کو شروع کرسکیں۔

جب فتوحات ہونے لگیں اور بیت المال میں مالِ غنیمت آنے لگا تو آپ ﷺ نے آیتِ قرآنی: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ کا حوالہ دیتے ہوئے اعلانِ عام فرمایا:

فأیّما مومن مات وترک مالا فلیرثه عصبته من کانوا فإن ترک دینًا أو ضیاعاً فلیأتنی فأنا مولاہ۔(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب منه، ۴: ۵۷۱، رقم: ۲۳۴۱

۲۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۴۶، رقم: ۴۶

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۷۴، رقم: ۷۸۶۶

۴۔ بیهقی، شعب الایمان، ۵: ۱۵۷، رقم: ۶۸۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۴۵۰۳

''جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہوں گے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) چھوڑ کر مرا یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ۔ میں ہی ان کا والی ہوں۔ (یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا۔)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فأيّكم ما ترك دينًا أو ضيعة فادعوني فأنا وليّه۔ (۱)

''تم میں سے جو آدمی قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائے تو مجھے بلاؤ۔ بے شک قرض اور بچوں کے معاملے میں اس کا ولی میں ہوں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بحرین سے خراج اور جزیے کا مال بارگاہِ نبوی ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس مال کو مسجد (کے صحن) میں پھیلا دو۔ بقول راوی آپ ﷺ کے پاس جتنے بھی اموال آئے ان میں یہ سب سے زیادہ تھا (محدثین نے ایک لاکھ درہم کا اندازہ لگایا ہے) جب آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز ہو چکی تو آپ مال کے پاس بیٹھ گئے۔ پس جو بھی نظر آتا اسے ضرورت کے مطابق عطا فرما دیتے اور آپ اس وقت تک نہ اٹھے جب تک سارا مال تقسیم نہ ہو گیا اور ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، ۳: ۱۲۳۸، رقم: ۱۶۱۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۸، رقم: ۸۲۱۹

۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۲۰۱، رقم: ۱۱۹۱۰

۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۸: ۲۹۱، رقم: ۱۵۲۶۱

(۲) بخاري، الصحيح، كتاب الصلاة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد، ۱: ۱۶۲

بحیثیتِ سربراہِ اسلامی ریاست، ریاست کی جملہ آمدنی اور محاصل آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھے مگر آپ ﷺ نے اس تمام تر آمدنی کو شخصی تصرف میں لانے کی بجائے مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی ساری رقم بھی اپنے اور اپنے اہل و عیال اور خاندان بنو ہاشم پر حرام فرما دی اور اسے بحکم الٰہی غربا اور اہلِ حاجت کا حق قرار دیا۔

قال رسول الله ﷺ: ما أوتيكم من شئ وما أمنعكموه إن أنا إلّا خازن أضع حيث أمرت۔ (۱)

''فرمایا: میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں جس جگہ صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں ہی صرف کرتا ہوں۔''

آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک دراصل مسلمان حکمرانوں کے لئے صرف خرچ کے باب میں ایک رہنما اُصول فراہم کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کوئی چیز آ جائے گی تو میں ادائیگی کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت حاضر خدمت تھے نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ جس

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفیٔ، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنه، ۳: ۱۳۵، رقم: ۲۹۴۹

۲۔ إسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۴۲۵، رقم: ۴۸۶

۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۴۰: ۵۱

۴۔ مناوي، فيض القدير، ۵: ۴۳۰

چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپ کے پاس نہیں، اللہ نے جب آپ کو اس کا مکلّف نہیں کیا تو آپ خواہ مخواہ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خرچ فرماتے رہیں اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ فرمائیں۔ انصاری کی یہ بات سنتے ہی آپ کا چہرہ انور خوشی سے کھل اٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔[۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حزم غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک سرمایہ دار یہودی سے تیس وسق قرض لے رکھا تھا۔ اتفاقاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوریں کم پھل لائیں جس سے یہودی کا قرض پورا نہیں ہوتا تھا یہودی نے تقاضا کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور سفارش کی درخواست کی آپ ﷺ یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ تو اپنے قرض کے بدلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کی ساری کھجوریں لے لے اور اس پر اکتفا کر لے مگر یہودی کسی طور نہ مانا۔ آپ ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لے گئے اور باغ کے درختوں کے درمیان چلے پھرے۔ آپ ﷺ کے قدمین مبارک کی تاثیر تھی کہ جوں ہی آپ ﷺ باغ میں داخل ہوئے تمام درختوں کے خوشے کھجوروں سے لبریز ہو گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب کھجوریں اُتارو اور یہودی کا قرض ادا کر دو آپ ﷺ کی واپسی پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھجوریں اُتاریں اور قرض خواہ کی تیس وسق کھجوریں ادا کیں پھر بھی سترہ وسق کھجوریں بچ گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی خبر آپ ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ واقعہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی بتا دو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، ۱: ۲۹۴

لقد علمت حین مشی فیها رسول اللہ ﷺ لیبارکن فیها۔[۱]

’’مجھے اسی وقت یقین ہوگیا تھا جب آپ ﷺ باغ میں چلے تھے کہ کھجوروں میں ضرور بالضرور برکت ہوگی۔‘‘

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ایک آدمی کو پھلوں کی تجارت میں کسی وجہ سے نقصان ہوگیا۔ تجارت میں خسارے کی وجہ سے وہ مقروض ہوگیا اور قرض خواہ اسے پریشان کرنے لگے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کی یہ پریشانی دیکھی نہ گئی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ صدقہ خیرات کر کے اس بیچارے کو اس مصیبت سے نکالو۔ حکم ملنے کی دیر تھی سب نے حسب استعداد اس کی امداد کی مگر سب رقم ملا کر بھی اس کے قرض کی رقم کے برابر نہ ہوسکی۔ پھر آپ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا تم لوگ بھی کچھ ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کرو۔ جو کچھ اس کے پاس موجود ہے وہ لے لو اور باقی چھوڑ دو۔[۲]

یہ واقعہ فتوحات اور خوش حالی سے پہلے کا ہے جب فتوحات عام ہونے لگیں تو

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب في الاستقراض وأداء الدیون والحجر والتفلیس، باب إذا قاص أو جازفه في الدین تمرا بتمر أو غیره، ۲: ۸۴۴، رقم: ۲۲۶۶

۲۔ فریابی، دلائل النبوۃ، ۱: ۸۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین، ۳: ۱۱۹۱، رقم: ۱۵۵۶

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء من تحل له الصدقة من الغارمین وغیرهم، ۳: ۴۴، رقم: ۶۵۵

۳۔ نسائي، السنن، کتاب البیوع، باب وضع الجوائح، ۷: ۲۶۵، رقم: ۴۵۳۰

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب البیوع، باب في وضع الجائحة، ۳: ۲۷۶، رقم: ۳۴۶۹

آپ نے اعلان عام فرما دیا کہ جو آدمی قرض چھوڑ کر مرے اور اسے چکانے کے لئے کوئی چیز نہ چھوڑے تو اس کا قرض ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا (جو شاید کسی دیہات کا رہنے والا تھا) اور اپنی معاشی بدحالی کا تذکرہ کرنے لگا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ موجود تھا جو پہاڑوں کے درمیان چر رہا تھا۔ سائل کی غربت اور محتاجی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ سارا ریوڑ لے جا۔ اسے اس قدر بخشش کی امید نہ تھی۔ وہ جب یہ ریوڑ لیکر اپنے قبیلے میں واپس پہنچا تو کہنے لگا لوگو! اسلام قبول کرلو کیونکہ پیغمبر اسلام اتنے فیاض اور سخی ہیں کہ جب دینے پر آتے ہیں تو کسی قسم کے فقر اور تنگ دستی سے نہیں ڈرتے۔ (۱)

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کر دے آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔ کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا ربیعہ کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مصروفیت مجھے آپ کی خدمت سے غافل کرے دوسرے میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ ایک دن پھر آپ نے پوچھا ربیعہ کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: حضور ﷺ مجھے کون رشتہ دے گا؟ میرے پاس تو اتنا پیسہ بھی نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا وکثرۃ عطائہ، ۴: ۱۸۰۶، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۸۷، رقم: ۶۳۷۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۹، رقم: ۱۳۷۵۶

۴۔ أبو یعلی، المسند، ۶: ۵۶، رقم: ۳۳۰۲

''جا فلاں قبیلہ کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔''

انہوں نے پیغامِ نکاح سن کر حضور نبی اکرم ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا اور مجھے اپنی لڑکی نکاح میں دے دی۔ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اب حق مہر کہاں سے دوں؟ آپ ﷺ نے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا اور میں نے لا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا۔ میں پھر حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اب ولیمہ کہاں سے کروں؟ آپ ﷺ نے پھر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ربیعہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو۔ انہوں نے فوراً مینڈھے کا انتظام کر دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ (سیدہ) عائشہ کے پاس جاؤ اور ان کے پاس جتنے جو ہیں وہ لے آؤ۔ میں گیا تو انہوں نے تمام جو میرے حوالے کر دیئے حالانکہ کاشانۂ نبوی ﷺ میں اس کے سوا شام کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو ہم تیار کر دیتے ہیں وہ مینڈھا اپنے ساتھیوں سے ذبح کروا لو۔ اس طرح ولیمہ تیار ہو گیا۔''(۱)

قرآن حکیم کی عطا کردہ معاشی تعلیمات، جن کی عملی تعبیر و تشریح سیرت نبوی ﷺ سے میسر آتی ہے اور جس پر عمل خلفائے راشدین نے اپنے مبارک ادوار میں عمل کر کے ملت اسلامیہ کیلئے عملی مثال قائم کی، سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ایک مثالی فلاحی معاشرے اور فلاحی ریاست کا قیام اسلام کی عطا کردہ تعلیمات پر عمل درآمد سے ہی ممکن ہے۔ جہاں افراد معاشرہ کو ہر نوع کا معاشی تحفظ عطا کیا گیا ہو۔ تاکہ وہ معاشی تعطل سے نکل کر تخلیق کی راہ پر گامزن ہوسکیں جس میں انفرادی اور قومی ارتقاء کا راز مضمر ہے۔

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۸

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۸۸ رقم: ۲۷۱۸

۳۔ ھیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۵۶

(۳) منصفانہ معیشت کے لیے لازمی اقدامات

i. جملہ اموال میں حاجت مندوں کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ نظامِ معیشت کا بنیادی تصور جملہ اموال میں حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کے حق سے متعلق ہے۔ اسلام نے ہمارے کمائے ہوئے مال میں محروم المعیشت افراد کا باقاعدہ حق رکھ دیا ہے۔ جس کی حیثیت محض اخلاقی اور ترغیبی نہیں، شرعی و وجوبی اور قانونی ہے۔ اس کی ادائیگی محض نفلی نیکی نہیں، فرض ہے جسے پورا نہ کرنا حرام بلکہ جرم ہے۔ اگر اہلِ ثروت از خود حاجت مندوں کے حقوق اپنے مال سے ادا نہ کریں تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ بذریعہ قانون ان واجب الادا حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے ورنہ یہ حق تلفی، استحصال اور صریحاً ظلم و زیادتی متصور ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ٥ (۱)

’’اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا٥‘‘

دوسرے مقام پر اسی حکم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ٥ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ٥ (۲)

’’اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے٥ مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا٥‘‘

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس ضمن میں جس کسی کو بھی اپنے اموال کے منافع میں

(۱) الذاریات، ۵۱: ۱۹

(۲) المعارج، ۷۰: ۲۴، ۲۵

شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے لئے ایتائے حق (حق ادا کرنے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے ان حق داروں کی قانونی و شرعی حیثیت اُجاگر ہوتی ہے جس کی رو سے وہ اسلامی ریاست سے اس حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔(۱)

’’اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو)۔‘‘

اس پر مستزاد یہ کہ لینے والے کا حق اتنا ہی ضروری اور قابلِ احترام قرار دیا گیا ہے جتنا کہ دینے والے کا اپنا حق۔ اس میں مالک کو بلحاظ مقدار (Quantity) ترجیح تو بہرحال حاصل ہے لیکن بلحاظ معیار (Quality) دینے والے اور لینے والے دونوں برابر کے حقدار ہیں۔ اور شریک فی المنافع (Beneficiary) کا حق کسی لحاظ سے بھی مالک یعنی قابض و متصرف (owner) کے حق سے کمتر یا گھٹیا نہیں ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ۔(۲)

’’اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس میں سے گندے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہرگز نہ لو۔‘‘

یعنی دوسروں کے لئے بھی وہی چیز پیش کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اسی تصور کو حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں بیان فرمایا:

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۶

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۶۷

۱۔ لیس المؤمن الّذي یشبع وجاره جائع إلی جنبه۔[1]

’’وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا رہے۔‘‘

۲۔ ما أمن بي من بات شبعانًا وجاره جائع إلی جنبه وهو یعلم به۔[2]

’’وہ آدمی میرے اُوپر ایمان نہ لایا جس نے خود تو رات سیر ہوکر بسر کی مگر اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا سویا اور یہ بات اس کے علم میں تھی۔‘‘

۳۔ أیّما أهل عرصة أصبح فیهم امرؤ جائعًا فقد برء ت منهم ذمة اللہ ومنها۔[3]

’’جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم ہوجاتا ہے۔

ii. ضرورت سے زائد زمین بحقِ سرکار ضبط

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی سے غیر مزروعہ زمین واپس لے

(۱) ۱۔ أبو یعلی، المسند، ۵: ۹۲، رقم: ۲۶۹۹
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۲: ۱۵۴، رقم: ۱۲۷۴۱
۳۔ بیهقي، السنن الکبری، ۱۰: ۳، رقم: ۱۹۴۵۲

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱: ۲۵۹، رقم: ۷۵۱
۲۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۷
۳۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۴۳، رقم: ۳۸۷۴

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۲: ۱۴، رقم: ۲۱۶۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۳، رقم: ۴۸۸۰
۳۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۴: ۳۰۲، رقم: ۲۰۳۹۶
۴۔ أبو یعلی، المسند، ۱۰: ۱۱۷، رقم: ۵۷۴۶

لی تھی جو انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ اس پر رضامند نہ تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد ملاحظہ ہو:

إنّ رسول الله ﷺ لم يقطعك لتحجره عن النّاس. إنّما أقطعك لتعمل فخذ منها ما قدرت على عمارته وردّ الباقي۔ (۱)

’’یقین جانو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ علاقہ اس لئے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ آپ ﷺ نے یہ علاقہ اس لئے عطا فرمایا تھا کہ تم اسے آباد کرو۔ لہٰذا جس حصے کی آبادکاری تم کر سکتے ہو وہ تم لے لو اور بقیہ واپس کر دو۔‘‘

iii. مالِ وراثت میں غرباء کا شرعی حق

قرآنِ حکیم نے غرباء و مساکین کا حق ہر دوسرے حق پر مقدم رکھا ہے۔ حتیٰ کہ وراثت میں جس پر ورثاء کا مکمل طور پر نجی حق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے نادار اور غریب لوگوں کو وہاں بھی محروم نہیں رہنے دیا بلکہ ارشاد فرمایا:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاo (۲)

’’اور اگر تقسیمِ (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہوo‘‘

اس آیت سے دو اُصول مستنبط ہوتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ أبوعبید، کتاب الاموال: ۳۶۸، رقم: ۷۱۲

۲۔ یحی بن آدم، کتاب الخراج: ۲۹۴

(۲) النساء، ۴: ۸

۱۔ یہ کہ اسی مال میں سے یتامیٰ و مساکین (مستحقین) کو دو جو ورثاء میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ورثاء تو بہتر مال لے جائیں لیکن مستحقین کو گھٹیا مال دے دیا جائے۔ یہاں ''منہ'' کا مفہوم اور اس حصہ آیت کا افادہ کلام یہی ظاہر کر رہا ہے۔

۲۔ مزید برآں یہ کہ وراثت میں غرباء مستحقین کے حق کا شرعی وجوب بھی ثابت ہو رہا ہے کیونکہ ''فارزقوھم'' امر کا صیغہ ہے۔ یعنی حکم دیا جا رہا ہے کہ مال وراثت میں غرباء اور مساکین کو شریک کیا جائے۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ مال وراثت بلا شرکت غیرے ورثاء کا حق ہوتا ہے لیکن اس میں بھی مستحقین کو شریک کرنے کا حکم ان کے حق کے شرعی وجوب اور اہمیت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس امر کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی درج ذیل قول سے ہوتی ہے:

أمر الله عزوجل المؤمنين عند قسمة مواريثهم أن يصلوا أرحامهم ويتاماهم ومساكينهم من الوصية فإن لم تكن وصية وصل لهم من الميراث۔ (۱)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ جب مال وراثت تقسیم ہونے لگے تو رشتہ داروں کے ساتھ یتامیٰ و مساکین کو بھی وصیت میں شامل کریں اور اگر ان کے حق میں وصیت نہ کی گئی ہو تو پھر انہیں وراثت میں شریک کیا جائے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ مستحق غرباء و مساکین یعنی ناداروں کو حصہ، ملکیت وراثت

(۱) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۵: ۴۹
۲۔ طبری، جامع البیان عن تأویل أی القرآن، ۴: ۲۶۲
۳۔ شافعی، أحکام القرآن، ۱: ۱۴۷

میں سے بہرصورت دیا جائے گا۔ خواہ وہ وصیت کے طور پر ہو یا مال وراثت میں سے۔

فأيّما مؤمن مات وترک مالًا فليرثه عصبته من كانوا فإن ترک ديناً أو ضياعاً فليأتني وأنا مولاه۔ (۱)

''جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہوں گے اور اگر وہ اپنے ذمہ دَین (قرض) یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں ہی ان کا والی ہوں (یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا)۔''

فأيّكم ما ترک ديناً أوضيعة فادعوني فأنا وليه۔ (۲)

''تم میں سے جو آدمی قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائے تو مجھے بلاؤ، بیشک

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التفسير، باب اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۴۵۰۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، ۳: ۱۲۳۷، رقم: ۱۶۱۹

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفرائض، باب ما جاء من ترك مالا فلورثته، ۴: ۴۱۳، رقم: ۲۰۹۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، ۳: ۱۲۳۸، رقم: ۱۶۱۹

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الفرائض، باب فی ميراث ذوی الأرحام، ۳: ۱۲۳، رقم: ۲۹۰۰

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۸: ۲۹۱، رقم: ۱۵۲۶۱

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۸، رقم: ۸۲۱۹

۵۔ بيہقي، السنن الكبرى، ۶: ۲۰۱، رقم: ۱۱۹۱۰

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

قرض اور بچوں کے معاملے میں اس کا میں ولی ہوں۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أتى النبي ﷺ بمال من البحرين، فقال: انثروه في المسجد، وكان أكثر مال أُتى به رسول الله ﷺ، فخرج رسول الله ﷺ إلى الصلاة ولم يلتفت إليه، فلما قضى الصلاة جاء فجلس إليه، فما كان يرى أحداً إلّا أعطاه، …… فما قام رسول الله ﷺ وثم منها درهم۔(۱)

’’بحرین سے خراج اور جزیئے کا مال بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس مال کو مسجد (کے صحن) میں پھیلا دو۔ بقول راوی آپ ﷺ کے پاس جتنے بھی اموال آئے ان میں یہ سب سے زیادہ تھا (محدثین نے ایک لاکھ درہم کا اندازہ لگایا ہے) جب آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز ہو چکی تو آپ ﷺ مال کے پاس بیٹھ گئے۔ پس جو بھی نظر آتا اسے ضرورت کے مطابق عطا فرما دیتے …… آپ ﷺ اس وقت تک نہ اٹھے جب تک سارا مال تقسیم نہ ہو گیا اور ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔‘‘

iv. ادائیگی زکوٰۃ سے حکمِ انفاق ساقط نہیں ہوتا

اس ضمن میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی - (إنّ في المال لحقّا سوى

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الصلاة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد، ۱: ۱۶۲، رقم: ۴۱۱

۲۔ بیهقي، السنن الكبرى، ۶: ۳۵۶، رقم: ۱۲۸۰۷

الزّکاۃ)[۱] ’’بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں‘‘۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کر دینے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مال کا حق ادا ہو گیا۔ بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں سے مستحقین کے ایسے حقوق ہیں جن کا ادا کرنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

مستحقین کے حقوق کی ادائیگی اس قدر اہم ہے کہ قرآن مجید کی نظر میں اسے نظر انداز کرنے کی صورت میں کوئی بھی عمل، عملِ صالح نہیں قرار پاتا قرآن اس تصور کی نفی کرتے ہوئے بڑی صراحت کے ساتھ ’’نیکی کے تصور‘‘ کو یوں بیان کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔[۲]

’’تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔‘‘

یہاں یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جس جگہ بھی ’’تقویٰ‘‘ اور ’’متقین‘‘ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ وہاں ’’انفاق فی المال‘‘ کی صفت کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس صفت کو اس قدر نمایاں انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ یہ ’’عین تقویٰ‘‘ یا متقین کا جزو لا ینفک معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے ’’متقین کی اصطلاح اور ان کی تعریف سورہ بقرہ کے آغاز میں وارد ہوئی ہے اور اس میں ان کے لئے ’’ومما رزقناھم ینفقون‘‘ کی شرط پوری کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی انہیں اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے محتاجوں اور ناداروں کا معاشی تعطل دور کرنے کے لئے خرچ کرنا ہو

---

(۱) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۲: ۲۴۱
۲۔ طبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ۱۵: ۷۱
۳۔ طبری، جامع البیان عن تأویل أی القرآن، ۲:۹۶

(۲) آل عمران، ۳: ۹۱

گا۔ دوسرے مقام پر ایجابی انداز سے نیکی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ لا وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔(۱)

”بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔“

گویا بِرّ، صدق اور تقویٰ تمام تصورات کا تقاضائے اوّلین اسی حق کی ادائیگی ہے۔ اس کے بغیر انسان صالحیت کے کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

ما أوتيكم من شيء وما أمنعكموه إنّ أنا إلّا خازن أضع حيث أمرت۔(۲)

”میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں جس جگہ صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں ہی صرف کرتا ہوں۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) البقرہ، ۲: ۱۷۷

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، ۳: ۱۳۵، رقم: ۲۹۴۹
۲۔ إسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۴۲۵، رقم: ۴۸۶
۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۴۰: ۵۱
۴۔ مناوي، فيض القدير، ۵: ۴۳۰

آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک دراصل مسلمان حکمرانوں کے لئے صرف وخرچ کے باب میں ایک رہنما اُصول فراہم کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنّ رجلاً جاء إلی رسول الله ﷺ فسأله أن يعطيه فقال النبي ﷺ ما عندي شيء ولكن ابتع عليّ فإذا جاءني شيء قضيته، فقال عمر: يا رسول الله، قد أعطيته فما كلفك الله ما لا تقدر عليه، فكره النّبي ﷺ قول عمر، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله أنفق ولا تخف من ذي العرش إقلالاً. فتبسم رسول الله ﷺ وعرف البشر في وجهه لقول الأنصاري ثم قال: بهذا كما أمرت۔(۱)

’’ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کوئی چیز آ جائے گی تو میں ادائیگی کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت حاضرِ خدمت تھے، نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ جس چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپ کے پاس نہیں، اللہ نے جب آپ کو اس کا مکلّف نہیں کیا تو آپ خواہ مخواہ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خرچ فرماتے رہیں اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ فرمائیں۔

(۱) ۱۔ ترمذي، الشمائل المحمدية، ۱: ۲۹۴

۲۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۱: ۱۸۰، رقم: ۸۸

۳۔ ابن أبي الدنيا، مكارم الأخلاق، ۱: ۱۱۸، رقم: ۳۹۰

انصاری کی یہ بات سنتے ہی آپ ﷺ کا چہرۂ اور خوشی سے کھل اٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘

(۴) ریاست کے اِمتناعی اِقدامات

سیرتِ مبارکہ سے اس باب میں واضح رہنمائی ملتی ہے کہ اسلامی ریاست ان تمام ذرائع اور اسباب کا سد باب کرے جو ناجائز، استحصالی اور اسلامی تعلیمات کے منافی معیشت کے فروغ کی راہ ہموار کرتے ہوں۔ ان میں سرفہرست سود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ اقتدار کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝ (۱)

’’(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۝‘‘

جبکہ اس کے برعکس سود اس مثالی نظام کی کلیتاً نفی کا نام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔ (۲)

’’جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (روزِ قیامت) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔‘‘

(۱) الحج، ۲۲: ۴۱

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۷۵

یعنی قیامت کے دن سود خور اس فالج زدہ شخص کی طرح کھڑے ہو جائیں گے جیسے کسی کو کوئی شیطان یا جن چھو جائے اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہیں قیامت کے دن جس کو فالج زدہ کھڑا دیکھو سمجھ لو کہ وہ سود خور ہے اور اس حرام خوری کے باعث آج قیامت کے دن اس کے اوسان خطا کر دیئے گئے ہیں۔ پھر فرمایا:

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔ (۱)

”یہ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ تجارت (خرید و فروخت) بھی تو سود کی مانند ہے۔“

سودخوروں کو اس لئے شیطان کے مس شدہ کی طرح ہوش و حواس سے عاری کر کے کھڑا کیا جائیگا کہ جب انہیں کہا جاتا تھا کہ سود چھوڑ دو تو وہ کہتے تھے بھئی سود لینا ایک نفع ہی تو ہے جیسے تم کاروبار میں نفع کماتے ہو۔ ہم قرض کے ذریعے مال کماتے ہیں۔ فرمایا چونکہ انہوں نے تجارت کو سود کے برابر اور سود کو تجارت کے برابر قرار دے دیا تھا اور یہ اتنا بڑا جرم ہے جس کے باعث قیامت کے دن انہیں شیطان زدہ اشخاص کی طرح کھڑا کیا جائے گا۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (۲)

”حالانکہ اللہ نے تجارت (سوداگری) کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔“

سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ اگر تجارت کے ذریعہ نفع کماؤ تو یہ نفع حلال ہے اگر قرض دے کر سود کے ذریعہ نفع کماؤ تو یہ حرام ہے۔

پھر فرمایا:

(۱) البقرہ، ۲:۲۷۵

(۲) البقرہ، ۲:۲۷۵

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (۱)

’’پس جس کے پاس اس کے رب کی جانب سے نصیحت پہنچی سو وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو پہلے گزر چکا وہ اسی کا ہے، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔‘‘

وہ لوگ جن تک قرآن کا حکم نہیں پہنچا تھا۔ وہ سود لیتے اور دیتے رہے۔ جب قرآن کا حکم آ گیا انہوں نے سود ختم کر دیا ان کے لئے فرمایا کہ جنہوں نے سود چھوڑ دیا ان کا پچھلا لیا دیا اللہ نے معاف کر دیا۔ فرمایا:

وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○ (۲)

’’اور جس نے پھر بھی لیا سو ایسے لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○‘‘

یعنی جنہوں نے نصیحتِ الٰہی اور فرمانِ مصطفیٰ ﷺ سن کر بھی سود اور سودی نظام نہ چھوڑا وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں جلتے رہیں گے۔

i. سودی معیشت: ہمہ گیر تباہی

ارشادِ ربانی ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ○ (۳)

’’اور اللہ سود کو مٹاتا ہے (یعنی سودی مال سے برکت کو ختم کرتا ہے) اور صدقات کو بڑھاتا ہے (یعنی صدقہ کے ذریعے مال کی برکت کو زیادہ کرتا ہے)، اور اللہ کسی بھی ناسپاس نافرمان کو پسند نہیں کرتا○‘‘

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۷۵

(۲) البقرہ، ۲: ۲۷۵

(۳) البقرہ، ۲: ۲۷۶

اس آیہ مبارکہ میں اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ سود پر مبنی معیشت معاشرے میں ظلم، استحصال اور استبداد کو راہ دے گی جس سے عام فردِ معاشرہ کی معاشی نشو ونما کی راہ رک جائے گی کیونکہ سود کا نظام معاشی بحران کے سوا کچھ نہیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الرّبا وإن كثر فإنّ عاقبته تصير إلى قلٍّ۔ (۱)

''سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر اس کا نتیجہ قلت ہے۔''

جبکہ صدقات کا مفہوم معاشی پیداوار میں عام آدمی کو شریک کر کے عام فرد معاشرہ کے لئے بھی معاشی نمو کی راہ کھولنا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا نتیجہ انجام کار معاشی خوشحالی ہوتا ہے:

ما نقصت صدقة من مال۔ (۲)

''کوئی صدقہ کسی مال سے کچھ گھٹاتا نہیں۔''

قرآنِ حکیم میں اس تصور کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَاللهِ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ○ (۳)

''اور جو مال تم سود پر دیتے ہو تاکہ (تمہارا اثاثہ) لوگوں کے مال میں مل کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گا اور جو مال تم زکوۃ (و خیرات)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۵،رقم: ۳۷۵۴

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۴: ۲۰۰۱، رقم: ۲۵۸۸

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۸۶،رقم: ۱۶۷۶

(۳) الروم، ۳۰: ۳۹

میں دیتے ہو (فقط) اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو وہی لوگ (اپنا مال عنداللہ) کثرت سے بڑھانے والے ہیں o‘‘

ii. سودی معیشت: اللہ سے بغاوت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود ترک کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo(۱)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم (صدقِ دل سے) ایمان رکھتے ہوo‘‘

اہلِ ایمان کو آواز دی گئی کہ میرے حبیب ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو، قرآن اور اسلام پر ایمان لانے والو، اللہ کو رب اور مصطفیٰ ﷺ کو اپنا رسول ماننے والو! سود کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ سود کو ختم کرنے کا اعلان آچکا ہے جو سود تم لے چکے تھے اور دے چکے تھے وہ گزر گیا۔ اگر اللہ سے ڈرتے ہو تو سود کا بقیہ لین دین بند کر دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سود خوروں سے اعلانِ جنگ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(۲)

’’پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے اعلانِ جنگ پر خبردار ہو جاؤ۔‘‘

اگر اللہ تعالیٰ کا یہ واضح حکم سن کر بھی تم نے سود کا لین دین اور سود کا نظام ختم نہ کیا تو سود خورو پھر تیار ہو جاؤ تمہارے خلاف، تمہارے استحصالی نظام کے خلاف اللہ اور

(۱) البقرہ، ۲: ۲۷۸

(۲) البقرہ، ۲: ۲۷۹

اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو چکا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کو اب دو راستوں میں سے ایک راستے کو قبول کرنا ہو گا اگر اللہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے راستے پر چلنا چاہیں تو سودی نظام کو لات مارنا ہو گی اور اگر سود کی راہ پر چلنا چاہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف (معاذ اللہ) جنگ کے لئے خود کو تیار کرنا ہو گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ‎○(۱)

’’اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال (جائز) ہیں، نہ تم خود ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے‘‘○

iii. سود کی ہر نوع کی ممانعت

ایامِ جاہلیت میں عرب سود خوری کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ ایک خاص میعاد کے لئے اُدھار سود پر دیا جاتا تھا اور اگر اس مقررہ مدت تک قرض دار ادائیگی نہ کر سکتا تو مزید مہلت کے ساتھ سود کی مقدار بھی بڑھا دی جاتی تھی اور اس طرح ہر آنے والے دور میں سود کی مقدار اضعاف مضاعف (دوگنی چوگنی) ہو جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے نہ صرف سود کی عام شکل بلکہ اس شکل کی بھی جو سود کی بدترین صورت ہے ممانعت فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ سود چاہے کسی بھی نوع کا ہو اللہ کے ہاں قابلِ گرفت اور ناجائز ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ‎○(۲)

’’اے ایمان والو! دو گنا اور چوگنا کر کے سود مت کھایا کرو، اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘○

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۷۹

(۲) آل عمران، ۳: ۱۳۰

iv. سیرۃُ الرسول ﷺ اور سود خوری پر وعید

(۱) سود خوری باعثِ تباہی و بربادی

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں جا بجا سود خوری پر وعید سنائی ہے:

عن أبي هريرة رضی الله عنه عن النّبي ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النّفس الّتی حرم الله إلّا بالحق وأكل الرّبوا وأكل مال اليتيم والتّولّی يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات۔(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ سات چیزیں کونسی ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

(۲) سودی لین دین پر حضور نبی اکرم ﷺ کا لعنت بھیجنا

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه لعن رسول الله ﷺ أكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔(۲)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سود

(۱) بخاري، الصحيح، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالىٰ: إنّ الّذين يأكلون أموال اليتامى ظلما، ۳:۱۰۱۷، رقم: ۲۶۱۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة، باب لعن أكل الربا ومؤكله، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۱۵۹۸

کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔‘‘

(۳) سود خور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النّبيّ ﷺ قال: أربع حق على الله أن لا يدخلهم الجنّة و لا يذيقهم نعيمها مدمن الخمر وأكل الربا وأكل مال اليتيم بغير حق و العاق لو الديه۔[۱]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ فرمائے گا اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائے گا: عادی شرابی، سود کھانے والا، ناحق یتیم کا مال کھانے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔‘‘

ان چار عملوں میں جس میں کوئی ایک عمل بھی ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو کبھی بھی جنت میں داخل نہیں کریگا اور نہ جنت کی نعمتوں میں سے اسے حصہ ملے گا جب تک وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انہیں چھوڑ کر تائب نہ ہو جائے۔

(۴) سود کا کم تر درجہ ماں کے ساتھ زنا کی مثل ہے

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النّبي ﷺ الربوا ثلاثة ويعودن حوبًا

.... ۲۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۳۷۷، رقم: ۱۸۴۹

۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۷۵، رقم: ۱۰۲۴۸

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۴۳، رقم: ۲۲۶۰

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۴، رقم: ۲۸۴۴

أيسرها أن ينكح الرّجل أمّه۔(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے تہتر گناہ ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔''

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: الربا سبعون بابًا أدناها كالّذي يقع على أمّه۔(۲)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر دروازے (ستر قسمیں) ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر باب ہیں، کم سے کم گناہ ماں کے ساتھ بدکاری کی مثل ہے۔''

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یوں ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے تہتر باب ہیں اور ادنیٰ درجہ یہ ہے جیسے کوئی ماں سے بدکاری کرے۔(۳)

(۵) سود کا ایک درہم (روپیہ) کھانا چھتیس دفعہ زنا سے زیادہ سخت ہے

ارشادِ نبوی ہے:

عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا، ۲: ۷۶۴، رقم: ۲۲۷۴

(۲) بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۹۴، رقم: ۵۵۲۰

(۳) بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۹۴، رقم: ۵۵۱۹

الله ﷺ: درهم ربا أكله الرّجل وهو يعلم أشدّ من ستة وثلاثين زنية۔(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (جن کو شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا) نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ شدید (جرم) ہے۔ بشرطیکہ کھانے والے کو معلوم ہو کہ یہ درہم سود کا ہے۔‘‘

عن عبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال: الدرهم يصيبه الرّجل من الربا أعظم عند الله من ثلاثة وثلاثين زنية يزنيها في الإسلام۔(۲)

’’حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک درہم جس کو کوئی شخص سود سے حاصل کرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تینتیس زانیوں کے حالت اسلام میں زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔‘‘

(٦) سود شرک کے برابر ہے

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: إنّ النّبيّ ﷺ قال: الربا بضع

(۱) ۱۔ دارقطني، السنن، ۳: ۱۶، رقم: ۴۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۲۵، رقم: ۲۲۰۰۷
۳۔ بزار، المسند، ۸: ۳۰۹، رقم: ۳۳۸۱

(۲) ۱۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۱۱۷
۲۔ منذري، الرغيب والترهيب، ۳: ۵، رقم: ۲۸۴۸

وسبعون بابًا والشرک مثل ذالک۔(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر سے زائد درجے ہیں اور شرک بھی اسی طرح ہے (گناہ میں اس کے برابر ہے۔)‘‘

(۷) سود خور پر عذابِ آخرت

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: أتيت ليلة أسري بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيّات ترى من خارج بطونهم فقلت من هؤلاء يا جبرائيل قال: هؤلاء أكلة الرّبا۔(۲)

’’حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے اژدہوں سے بھرے ہوئے گھر اور اژدھے پیٹوں سے باہر بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ سود خور ہیں۔‘‘

ماحصل

سیرت الرسول ﷺ کا معاشی جہت سے مطالعہ، اسلام کی معاشی تعلیمات کی اہمیت اور دنیا میں موجود دوسرے معاشی نظاموں اور افکار کے مقابل اسلام کے معاشی نظام کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں انسانیت کئی معاشی نظاموں

(۱) بزار، المسند، ۵: ۳۱۸، رقم: ۱۹۳۵

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا، ۲: ۷۶۳، رقم: ۲۲۷۳

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۱: ۲۶، رقم: ۱۹۳

سے گزری۔ دورِ جدید میں اشتراکیت اور سرمایہ داریت دو ایسے معاشی نظام ہیں جن کے فلسفہ پر عمل ہوتا رہا لیکن یہ دونوں نظام افراط یا تفریط کا شکار ہیں۔ اشتراکیت میں انفرادی ملکیت کی نفی کر کے پورے معاشرے کو ایک اَن دیکھے اور نادیدہ معاشی غاصب کے ہاتھوں میں یرغمال بنا دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں جاری معاشی سرگرمیوں سے ہر فرد اتنا مستفید نہیں ہوسکتا جتنا اس کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ صدی میں اس نظام کی بڑی حد تک ناکامی کا مشاہدہ چشمِ عالم کر چکی ہے۔ دوسرا بڑا نظام سرمایہ داریت ہے جس کا مغرب میں بہت چرچا ہی نہیں بلکہ مغربی دانشور اِسے انسانیت کی معراج اور انسانی شعور اور ارتقاء کا آخری نکتہ بھی قرار دے رہے ہیں۔ لیکن یہاں انفرادی ملکیت کی وہ لا محدود تصویر موجود ہے۔ جس کے تحت امیر اور صاحبِ ثروت ایسی کسی پابندی کے ماتحت نہیں آتا کہ جس کے تحت وہ افرادِ معاشرہ کے لئے بھی اتنے ہی معاشی فوائد کے دروازے کھولنے کا پابند ہو جن سے وہ خود مستفید ہو رہا ہے۔

لیکن ان سب کے مقابل حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے ملنے والا نظام اعتدال وتوازن کا حامل ہے۔ جہاں نہ تو انفرادی ملکیت کی نفی کر کے فرد کو اجتماع کے سامنے بے بس اور بے اختیار کر دیا گیا ہے اور نہ ہی انفرادی ملکیت کو وہ لا محدودیت دی گئی ہے کہ جس سے معاشرے میں ارتکاز و اکتناز کا وہ لا محدود سلسلہ شروع ہو جائے کہ دولت چند ہاتھوں میں ہی مرتکز ہو کر رہ جائے بلکہ اسلام نے انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو تصورِ امانت سے بدلا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے اس تصور کو وہ علمی اور فکری وضاحت عطا فرمائی جس کا عملی نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ جنھوں نے صاحب ثروت ہوتے ہوئے اپنے وسائل اور معاشی ذخائر معاشرے کی فلاح و بہبود، دینِ حق کے ابلاغ واستحکام اور حضور نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد کے فروغ و نفوذ کے لئے وقف کیا۔ نتیجتاً پورا معاشرہ ایک ایسے معاشی اور معاشرتی عدل کا مرقع بن گیا کہ تاریخ میں چشمِ عالم نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ پورے معاشرے میں کہیں بھی کوئی

معاشی تعطل کا شکار یا محرومی میں مبتلا فرد موجود نہ تھا۔ آج جبکہ انسانیت دیگر دائرہ ہائے حیات کی طرح معاشی دائرہ میں مسائل کا شکار ہے۔ آج سیرت الرسول ﷺ سے ہی وہ راہنمائی مل سکتی ہے جسے لے کر ہم اس مثالی نظام کی طرف بڑھ سکیں جس کا نظارہ دورِ رسالت مآب ﷺ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں ہو چکا ہے۔

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **آلوسی**، ابو الفضل شہاب الدین السید محمود (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء)۔ **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني۔** بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

۳۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۴۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **فضائل الصحابہ۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔

۵۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد۔** بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۶۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۸۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵۔۲۹۲ھ/۸۳۰۔۹۰۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۹۔ **بلاذری**، احمد بن یحی بن جابر البلاذری (۲۷۹ھ)۔ **فتوح البلدان۔** بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۔ **بیہقی**، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔

۱۰۶۶ء)۔ الاعتقاد۔ بیروت، لبنان، دارالآفاق الجدید، ۱۴۰۱ھ۔

۱۱۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۴۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیۃ والخصائص المصطفویۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ء۔

۱۵۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ السیاسۃ الشرعیۃ في إصلاح الراعي والرعیۃ۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

۱۶۔ **جصاص**، احمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵۔۳۷۰ھ)۔ أحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۱۷۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔ ۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ مناقب أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۸۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۹۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۲۰۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۱۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ فتح الباري شرح صحيح بخاري۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۲۲۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید بن حزم أندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ المحلی بالآثار۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدۃ۔

۲۳۔ **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹ء۔

۲۴۔ **حکیم ترمذی**، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ نوادر الأصول في أحاديث الرسول۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۲۵۔ **حلبی**، نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر بن برہان الدین حلبی قاہری شافعی (۹۷۵۔۱۰۴۴ھ)۔ إنسان العيون فی سيرة الأمين المامون (السيرة الحلبية)۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العربیہ، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

۲۶۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن إسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۷۔ **خطیب تبریزی**، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (۷۴۱ھ)۔ مشكوة المصابيح۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۲۸۔ **ابن خلدون**، عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی (۷۳۶۔۸۰۸ھ)۔ مقدمه كتاب العبر

وديوان المبتدا والخبرفى العرب والبربر ومن عاصر هم من ذوى الشأن الاكبر، (المعروف: مقدمه ابن خلدون)۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳م۔

۲۹۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۰۔ دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۱۔ ابو داود، سلیمان بن أشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۳۲۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۳۔ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد ابوبکر القرشی (۲۰۸۔۲۸۱ھ)۔ مکارم الاخلاق۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۳۴۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔ ۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۵۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۳۶۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دارالکتب العلمیہ۔

۳۷۔ ابن راہویہ، ابو یعقوب اِسحاق بن اِبراہیم بن مخلد بن اِبراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان،

۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۳۸۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۹۔ **سعید بن منصور**، ابو عثمان الخراسانی (۲۲۷ھ)۔ **السنن**۔ ریاض، سعودی عرب: دار العصیمی، ۱۴۱۴ھ۔

۴۰۔ **ابن سلام**، ابی عبدالقاسم بن سلام (۲۲۴ھ)۔ **کتاب الأموال**۔ قاہرہ، مصر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

۴۱۔ **سلمی**، ابو محمد عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام (م ۶۶۰ھ)۔ **قواعد الأحکام في مصالح الأنام**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الریان، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح سنن ابن ماجه**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۴۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور في التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۴۴۔ **سیوطی**، ۔جلالالدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تاریخ الخلفاء**۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

۴۵۔ **شاطبی**، ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی (۹۰ھ)۔ **الاعتصام**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۴۶۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ

/۷۶۷ـ۸۱۹ء)۔ أحکام القر آن۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۰ھ۔

۴۷۔ **شریف رضی۔** نهج البلاغة (خطبات علی بن أبی طالب ؓ)۔ کراچی، پاکستان: محفوظ بک ایجنسی، ۲۰۰۰ء۔

۴۸۔ **شعرانی،** عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ (۸۹۸۔۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳۔ ۱۵۶۵ء)۔ کشف الغمة عن جمیع الأمّة۔ میدان الأزھر، مصر: مکتبۃ و مطبعہ محمد علی صبیح واُولادہ۔

۴۹۔ **شوکانی،** محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۵۰۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن اِبراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔ ۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۵۱۔ **طبرانی،** ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الأوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۵۲۔ **طبرانی،** ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۵۳۔ **طبرانی،** ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثہ۔

۵۴۔ **طبری،** ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم والملوک۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۵۔ **طبری،** ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ جامع البیان

عن تأويل أي القرآن۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۵۶۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الاستيعاب في معرفة الأصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۵۷۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۵۸۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۵۹۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ كشف الخفا ومزيل الألباس۔ بيروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۶۰۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ھبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاريخ دمشق الكبير (المعروف بـ: تاريخ ابن عساكر)۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۶۱۔ **عظیم آبادی**، ابو الطیب محمد شمس الحق۔ عون المعبود شرح سنن أبي داود۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۶۲۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۶۳۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ المستصفى من علم الاصول۔ قم، ایران: منشورات الشریف الرضی، ۳۲۴ھ۔

۶۴۔ **فریابی**، ابو بکر جعفر بن محمد بن حسن (۲۰۷۔۳۰۱ھ)۔ دلائل النبوة۔ مکہ المکرّمہ، سعودی عرب: دار حراء، ۱۴۰۶ھ۔

۶۵۔ **قرطبی،** ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحکام القرآن۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۶۔ **قضاعی،** ابو عبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر (۴۵۴ھ)۔ **مسند الشھاب۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۷۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اِسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایة والنهایة۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۶۸۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اِسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۶۹۔ **ابن ماجہ،** ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۷۰۔ **مالک،** ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اُصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **الموطأ۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۱۔ **مزی،** ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تھذیب الکمال۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۷۲۔ **مسلم،** ابن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۳۔ **مقدسی،** محمد بن عبد الواحد حنبلی (۶۴۳ھ)۔ **الأحادیث المختارة۔** مکہ المکرّمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۷۴۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۷۵۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترھیب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۷۶۔ **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۷۷۔ **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۸۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن إسحاق بن موسیٰ بن مہران أصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۷۹۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک حمیری (۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت، لبنان: دارالجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۸۰۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک ہشام حمیری (۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دارابن کثیر، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۸۱۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۸۲۔ **یحیٰ بن آدم**، یحی بن آدم القرشی (۲۰۲ھ)۔ کتاب الخراج۔ بیروت، لبنان،

دارالمعرفہ

۸۳۔ **ابویعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔ ۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دارالمأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۸۴۔ **ابو یوسف**، قاضی یعقوب بن اِبراہیم الانصاری (م ۱۸۲ھ)۔ کتاب الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۵۵ھ۔

۸۵۔ **ابو یوسف**، قاضی یعقوب بن ابراہیم الانصاری(م ۱۸۲ھ)۔ کتاب الخراج۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

www.MinhajBooks.com